© rasailojaraid.com

ایک ضروری تصریح

(از جناب ایس۔ اے رحمان صاحب۔ جج سپریم کورٹ آف پاکستان)

(ترجمان القرآن جلد ۵۰ عدد ۱، اپریل ۱۹۵۸ء کے ادارتی صفحات میں ہم نے بعض اصحاب کے خیالات پر بغیر اُن کے اسمائے گرامی ظاہر کیے بحث کی تھی۔ اُن حضرات میں سے ایک قابلِ احترام شخصیت جناب ایس۔ اے۔ رحمان صاحب نے ہمیں ایک طویل نوازش نامہ ارسال فرمایا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے اُن کے افکار کی غلط ترجمانی کی ہے اور اُن کی طرف وہ باتیں منسوب کی ہیں جو انھوں نے فی الواقع نہیں کہی تھیں۔ ہم ذیل میں اُن کا وہ نوازش نامہ من وعن درج کرتے ہیں تاکہ اگر کوئی غلط فہمی ہم نے پھیلائی تھی تو وہ دور ہو سکے۔ اس کے بعد ہم کچھ مزید گزارشات بھی پیش کر رہے ہیں تاکہ ہماری پوزیشن بھی واضح ہو جائے۔ (ادارہ)

مکرمی، سلامِ مسنون۔ حال ہی میں میرے ایک کرمفرما نے میری توجہ آپ کے رسالہ ترجمان القرآن کی جلد ۵۰ شمارہ ۱، بابت ماہ رجب مطابق اپریل ۵۸ء کی طرف دلائی ہے جس میں میری ایک تقریر کے حوالے سے میرے مزعومہ خیالات پر خردہ گیری کی گئی ہے۔ یہ تنقید و تنقیص "اشارات" کے عنوان کے تحت ادارہ کی جانب سے پیش کی گئی ہے۔ مجھے معلوم نہیں، لکھنے والے کون صاحب ہیں۔ مجھے آپ کے رسالہ کے خصوصی دینی یا سیاسی نظریات سے کوئی تعرض نہیں اور نہ ہی اس خط کا مقصد کسی بحث میں الجھنا ہے۔ لیکن چونکہ ایک دینی معاملہ میں بادی النظر میں دانستہ طور پر میرے متعلق غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے اس لیے مجھے حق پہنچتا ہے کہ اس پر صدائے احتجاج بلند کروں۔

"اشارات" کے پہلے تین صفحوں میں "ملحدین و منافقین کی تاویل بازیوں اور فتنہ آرائیوں" کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاذبِ نظر آغازیہ کے بعد صاحب تحریر نے "پاکستان کے تجدد پسند اصحاب" پر کڑی نکتہ چینی کی ہے اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ حضرات ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق زبردستی غیر حقیقی مسائل کو فتنوں کی شکل میں پیدا کر رہے ہیں اور اس طرح سے اسلام سے کھلم کھلا بغاوت کرنے کی بجائے حصارِ اسلام کو چوہوں کی طرح اندر سے نقب لگا رہے ہیں۔ صاحب تحریر کی رائے میں وہ سوالات جو اس قماش کے حضرات پیش کر رہے ہیں کسی ایسے شخص کے ذہن میں پیدا ہی نہیں ہو سکتے جو اسلام پر ایمان رکھتا ہو، بلکہ وہ ایسے ذہنوں کی پیداوار ہیں جن کا اسلام سے کوئی ربط باقی نہیں رہا۔ ان اصحاب کو "دون ہمت، کمزور، بزدل" کے خطابات سے بھی نوازا گیا ہے۔ یہاں تک خیر "منفر بخبن" کی مدح سرائی ہے لیکن اس کے بعد فاضل صاحبِ تحریر شاعرانہ گریز کرتے ہوئے اس بندہ ہیچمیرز و ہیچمدان کی نسبت یوں رقمطراز ہوئے ہیں:۔

"ان صفحات میں ہم آج اسی مشرب کے ایک گُلِ سرِ سبد کے خیالات پیش کرتے ہیں جن سے بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ کس حکمت اور دانائی کے ساتھ اسلام کے اندر رخنے پیدا کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔" پھر ایک فقرہ کے بعد میری تقریر کا ایک مزعومہ اقتباس درج کیا گیا ہے اور بدیہی طور پر یہ تاثر پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ یہ اقتباس بعینہٖ اُن الفاظ پر مشتمل ہے جو مقرر نے استعمال کیے تھے۔ اس اقتباس کے تجزیہ کے بعد بقولِ اشارات نگار مفصلہ ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں:۔

(ا) قرآن نے کوئی چیز تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کی بلکہ چند اصولی باتیں بیان کر دی ہیں۔ اس کے بعد ہمیں تفکر و تدبر کی دعوت دے کر آزاد چھوڑ دیا ہے کہ ہم جو چاہیں اصول اور نظریے وضع کریں

(ب) جس معاملے میں قرآن نے ہمیں کچھ اصول دیئے ہیں اس میں تو ہمیں اُن کی پیروی کرنی چاہیے لیکن اس باب میں احکامِ الٰہی کی جو تعبیر و توجیہ ہم کرنا چاہیں اس کا ہمیں پورا پورا اختیار حاصل ہے باقی رہے زندگی کے وہ معاملات جن کے بارے میں قرآن نے کوئی واضح حکم نہیں دیا اور جن کا تناسب اوّل الذکر سے کہیں زیادہ ہے، ہمیں صرف اپنے تفکر و تدبر پر اعتماد کرنا چاہیے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ج) چونکہ ہمارے فقہا اور ائمہ ایک خاص دَور اور علاقے میں رہے اس لیے اُن کی نگاہ صرف اس دور یا علاقہ کے مادی حالات میں الجھی رہی۔ انہوں نے جو کچھ سوچا اور جو کچھ کیا صرف اپنے مخصوص حالات کے پیشِ نظر کیا۔ اس لیے فقہ کے جو مختلف مدارسِ فکر آج سے صدیوں پیشتر انسانی تمدن و اخلاق کی اصلاح کے لیے وجود میں آئے تھے وہ موجودہ ترقی یافتہ اور تبدیل پذیر حالات کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ اور ان مذاہب کے قانونی احکام پر عمل کرنے کی کوشش بے سود اور لایعنی ہے"۔

فاضل اشارات نگار عالم کی بجائے شاعر معلوم ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے حقیقت کی نسبت تخیل سے زیادہ کام لیا ہے۔ یہ دیکھ کر میں سراپا حیرت رہ گیا کہ انہوں نے مجھ سے وہ الفاظ و خیالات منسوب کیے ہیں جن کا اظہار ہرگز کسی موقع پر میری زبان سے نہیں ہوا۔ البتہ انہوں نے نہایت چابکدستی سے جھوٹ میں تھوڑا سا سچ بھی ملا دیا ہے تاکہ بوقتِ ضرورت اُن کے لیے راہِ فرار باقی رہے۔ اوپر کی سطور کے خط کشیدہ الفاظ اس ضمن میں خاص طور پر قابلِ اعتراض ہیں۔

اس وقت انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے چونسٹھویں سالانہ جلسہ کی روئداد، جو انجمن کے شعبہ نشر و تالیفات کی طرف سے شائع ہوئی ہے، میرے سامنے ہے۔ اسمیں میرا خطبۂ صدارت (بہ ادنیٰ تغیرات) تمام و کمال صفحات ۷۵ تا ۸۱ پر درج ہے۔ میں نے اسے بار بار پڑھا ہے لیکن کہیں بھی اُن الفاظ یا خیالات کا پتہ تک نہیں پایا جن پر فاضل اشارات نگار نے اپنے قصرِ استدلال کی رفیع عمارت استوار کی ہے۔ تاکہ قارئین خود اصلیت کا اندازہ لگا سکیں، میں اصل خطبہ کا مندرجۂ ذیل اقتباس درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں:۔

"میرا اشارہ مولانا ابوالحسنات صاحب کے خطبے کی طرف ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس میں زندگی کے ہر پہلو کے متعلق ہر چیز موجود ہے (واضح رہے کہ مولانا نے یہاں تک دعویٰ فرمایا تھا کہ کتاب اللہ میں سائنس کی جزئیات بھی شامل ہیں۔ اور میں نے اپنے خطبہ میں اسی خیال کی طرف اشارہ کیا تھا)۔ میرے خیال میں یہ اندازِ بیان ایسا ہے کہ جس سے غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اس میں کیسے کلام ہو سکتا ہے کہ قرآنِ مجید الہامی کتاب ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ہم سب کا فریضہ ہے کہ اس کے احکام کو دنیا میں نافذ کریں اور اپنی زندگی اسی سانچے میں ڈھالیں جو قرآنِ مجید نے پیش کیا ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ زندگی کے ہر شعبہ اور ہر پہلو کے متعلق کافی و وافر معلومات قرآنِ کریم میں موجود ہیں، صحیح نہیں۔ یہ ایسی بات ہے جیسے ہم کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب قرآنِ کریم نازل فرمایا تو اُن کے پیش نظر لوگوں کو سارے علوم سے آشنا کرنا تھا حالانکہ قرآنِ کریم نازل کرنے سے اللہ تعالیٰ کا اصل مقصد لوگوں کا تزکیۂ نفس کرنا تھا۔ یہ درست ہے کہ قرآنِ کریم لوگوں کو تفکّر اور تدبّر کی تلقین کرتا ہے اور علماء و فضلاء نے قرآنِ کریم سے استخراج کر کے فقہِ اسلامی کی تدوین کی۔ لیکن قرآنِ کریم کو "قانون" کی کتاب کہنا بھی لفظ "قانون" کے مروجہ معنی سے عدمِ واقفیت کی دلیل ہے۔ قانون ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کے معنی پرانے زمانے کے لوگوں کے ذہن میں خواہ کچھ ہوں لیکن آج کل کے لوگ اس سے مراد ایسے قوانین لیتے ہیں جو حکومتِ وقت کی طرف سے رائج کیے جائیں اور جن کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے سزا یا مواخذہ مقرر ہو اور اُن کے نفاذ کے لیے ایسا ہاتھ ہو جو ان پر عمل کرانے کی پوری طاقت رکھتا ہو۔ پس لفظ قانون کے مروجہ معنی کی رُو سے قرآنِ کریم "قانون" کی کتاب ثابت نہیں ہوتی۔ (مخفی نہ رہے کہ اس مرحلہ پر مقرر کا مقصد محض دنیاوی قوانین جو مجالسِ مقننہ بناتی ہیں اور اخلاقی یا خدائی قانون میں اصطلاحی حیثیت سے امتیاز کرنا تھا اور مراد ہر گز یہ نہ تھی کہ اللہ کے احکام قابلِ نفاذ نہیں ہیں)۔ اگر قانون کے معنی کا دائرہ وسیع کر دیا جائے تو قرآنِ کریم میں معاشرت کی بہتری اور اخلاق کی اصلاح کے لیے بعض (لفظ "بعض" روئداد نویس کا نادانستہ اضافہ معلوم ہوتا ہے۔) اعلیٰ درجہ کے قانون یا قواعد ضرور ملیں گے۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، یہ لفظ قانون کی ذیل میں نہیں آتے۔ کیونکہ قانون سے مراد وہ قانون ہے جو حکومتیں رائج کیا کرتی ہیں اور جن کی خلاف ورزی دنیاوی لحاظ سے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں، یہ کہنا ناگزیر ہے کہ قرآنِ مجید میں ہماری رہنمائی کے لیے اصولی مواد تو موجود ہے۔ بعض معاملات کے متعلق قوانین کی صورت میں تشریح بھی کر دی گئی ہے۔ لیکن قرآنِ کریم نے یہ دعویٰ کہیں نہیں کیا کہ اس میں ہر علم کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جزئیات تک موجود ہیں۔ قرآن نے یہ دعویٰ ضرور کیا ہے کہ تمہارے لیے آج دین کو مکمل کر دیا گیا اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ یہ دین تمام زمانوں، تمام ممالک اور تمام قوموں کے لیے ہے۔ لیکن یہ امتدادِ زمانہ ملکوں اور قوموں کی ضروریات بدلتی رہتی ہیں۔ ان کے تقاضے بدلتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی حدود کے اندر رہتے ہوئے قانون کی جزئیات میں تبدیلی کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ کاملہ تھی کہ اُس نے تمام زمانوں کے لیے ایک اٹل قانون (یعنی جزئیات میں) نہیں بنایا۔ ورنہ زندگی جامد و ساکن ہو کر رہ جاتی۔ اس نے ہر زمانے کی ضروریات کے مطابق تبدیلی کی گنجائش رکھی۔ شاید بعض لوگ کہیں کہ ہمارے اکابر ائمہ نے پوری تلاش، چھان بین اور تدبّر کے بعد اسلامی قانون بنائے ہیں اور اُن میں ہر زمانے اور ہر ملک کی ضروریات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے فقہا اور علما نے جو ذخیرہ چھوڑا ہے وہ بڑا قابلِ قدر ہے۔ ہمیں ان بزرگوں کا ممنونِ احسان ہونا چاہیے۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ مخصوص زمانے اور مخصوص ممالک کے لوگ تھے۔ انہیں عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہ تھا۔ نہ انہیں آئندہ پیش آنے والے واقعات کا علم تھا۔ اس لیے اُن کی آراء کو تمام زمانوں کے لیے کلیہ قرار دینا، اسلام کی روح کے منافی ہے۔ آج ہمارے معاشرہ میں جو ذہنی جمود طاری ہے وہ اسی ذہنی اعتقاد کا نتیجہ ہے کہ اسلاف جو کچھ کر گئے اس سے آگے بڑھنا کفر ہے۔

اب آپ نے ایک اسلامی حکومت قائم کر لی ہے اور اس میں ایک آزاد معاشرہ اُبھر رہا ہے۔ اس کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھیے اور دوسرے ممالک کی رفتارِ ترقی کو نظر کے سامنے رکھ کر اپنے علمی و فقہی ورثہ کا جائزہ لیجیے اور قرآنی حدود کے اندر رہتے ہوئے، نئی ضرورتوں کے پیشِ نظر، فقہ میں وہ مناسب تبدیلیاں کیجیے جو آپ ضروری سمجھتے ہوں۔ یہ بات کوئی عجیب نہیں بلکہ میں وہی کہہ رہا ہوں جو ان ائمہ کرام نے کہا تھا جن کے دفاتر نظیر کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہماری رائے حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ پھر ان کے نقشِ قدم پر چل کر ہم فقہ اسلامی میں ایسی تبدیلیاں کیوں نہ کریں جو ہماری جدید ضروریات کے مطابق ہوں؟ آخر ان بزرگوں نے بھی تو فقہ مدون کرتے وقت اپنے زمانے کے حالات اور اپنی ضروریات کو پیشِ نظر رکھا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس طویل اقتباس کے لیے معافی کا خواستگار ہوں لیکن رفع التباس کے لیے یہ ضروری تھا۔
اب اس امر کا فیصلہ آپ کی ضمیر پہ چھوڑتا ہوں کہ آیا اصل اقتباس اور مبینہ اقتباس میں جو بین تفاوت ہے، وہ دینی احتیاط یا صحافتی دیانت، سے کہاں تک ہم آہنگ ہے اور اسے اشارات نگار کی سادگی اور زود اعتباری پر محمول کیا جائے یا ان کے راوی کی کذب آمیز تخیل کاری پر۔ کیا فاضل اشارات نگار کو اس تقریر کی بنا پہ یہ حق حاصل تھا کہ اس ادنیٰ گنہگار کو ان لوگوں کے زمرے میں شمار کرے جو اسلام پر ایمان نہیں رکھتے اور جن کا اسلام سے کوئی ربط نہیں رہا؟ ۔ فاضل صاحبِ تحریر اس وعید سے بھی نہیں ڈرے جو حضرت ابوذرؓ سے روایت شدہ حدیث میں موجود ہے "عن ابی ذر رضی اللہ عنہ، سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک" (رواہ بخاری)

گر مسلمانی ازیں است کہ حافظ دارد
آہ اگر از پے امروز بود فردائے!

کیا میں امید کر سکتا ہوں کہ آپ میرے اس خط کو بجنسہ اپنے رسالہ کی کسی قریبی اشاعت میں شامل کر کے مجھے مطلع فرمائیں گے تاکہ میں دیکھ سکوں کہ آپ نے کہاں تک اس اتہام طرازی کی تلافی کی ہے؟ ۔ اور اگر کسی وجہ سے آپ کی اخلاقی جرأت اس کی اشاعت کی متحمل نہیں ہو سکتی تو میں ممنون ہونگا اگر آپ یہ خط مجھے واپس کر دیں۔

نیازمند: شیخ عبدالرحمٰن

جناب ایس۔ اے رحمٰن صاحب کی خدمت میں چند گزارشات

از عبدالحمید صدیقی

مکرمی۔ سلام و رحمت۔

جناب کا نوازش نامہ مدیر "ترجمان القرآن" مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی وساطت

© rasailojaraid.com